

کی زمین چھوڑتے ہیں، جانے کب پلٹیں، پلٹیں نہ پلٹیں۔ ان اب وجد کی یاد آئی کہ گزرے ہوئے مدتیں بیت گئیں پر چونا رنگ مزار اسی طرح چمکتے ہیں اور مر کے سنگ مزار اسی طرح لودیتے ہیں گوا بھی تدفین ہوئی ہے اور ان مظلوم بد نصیب بزرگوں کی یاد آئی کہ ابھی دنیا سے اٹھے ہیں پر جانے کس گلی کس بن میں پڑے ہیں کہ نہ لحد کی آغوش میسر آئی، نہ کفن کا آبخل نصیب ہوا۔ کیسا خیال تھا کہ بے ساختہ آنکھ بھرا آئی کہ نہ قبور کے درمیان ایک ہرنی کو حیران حیران پھرتے اور کسی جستجو میں بٹھکتے دیکھا تو عجب سا خیال آیا کہ ہمیں جانے سے روکتی ہے میں نے جلدی سے ادھر سے نگاہ پھیر لی اور گھوڑے کو ایڑ دی کہ دم کے دم میں، ہوا سے باتیں کرنے لگا اور شہر پناہ سے دور نکل گیا۔ ایک نیل کنٹھ بائیں سمت کے ایک شجر سے کہ برقی تار میں جکڑا کھڑا تھا۔ رڑ رڑانا اٹھا اور سامنے سے رستہ کاٹتا ہوا دائیں سمت دور نکل گیا میرے قدم رکے پر دوسرے، ہی لمحے میرے چابک رہوار کی پشت پہ پڑا اور ٹاپوں کی گونج میں دور دراز فاصلے گم ہوتے نظر آئے۔

تین دن میں اس طریق سفر کرتا رہا کہ جسم فرس کی پست سے پیوست اور نظر میں آسمان پر جہاں طوطا پرواز کرتا چلتا تھا گویا ایک ہری بھری کیاری فضا میں تیرتی تھی اور ہم پر سایہ کرتی چلتی تھی تیسرے دن سفر نے طول کھینچا کہ شام پڑ گئی اور آس پاس کوئی بستی نظر نہ آئی کہ بسیر کریں۔ رہوار تیز گام در ماندگی سے قدرے سست گام ہوا اور نظر اپنی اس ہری بھری کیاری سے جھٹک جھٹک جاتی تھی۔ ناگاہ آسمان پر ایک ستارہ دم دار نظر آیا۔ دل دھک سے رہ گیا اور بیسیبوں طرح کے دوسووں نے گھیرا اور سوسو عرف گمان گیا تا دیر اس ستارہ دم دار کو تکتا رہا۔ اور چلتا رہا۔ چلتے چلتے یکایک طوطے کا خیال آیا۔ اب جو اس مخوس ستارے سے نظر مٹاتا ہوں اور اس سبز کیاری کو ٹٹولتا ہوں تو اسے نثار دپایا۔ ساری چال بھول گیا۔ رستہ سفر کا گم گیا۔

طوطے میاں بولتے بولتے چپ ہو گئے، ہم سمجھے کہ دم لینے کو رکے ہیں لیکن دیر ہو گئی اور

وہ گم سم آسمان کو دیکھتے رہے۔ رات بھیک چلی تھی۔ طوطے کی قبر پر سایہ کرتا۔ اپڑ چاندنی میں ڈوبا اوس میں نہایا چپ کھڑا تھا اور مول طوطے کی قبر سے پرے یوں بکھرا پڑا تھا جیسے اوس کے ساتھ برسلہ ہے۔ طوطے میاں نے جنبش کی، سامنے پڑے ہوئے راکھ کے ڈھبر کو چمٹی سے کریدا، سلگتے پلے کو چلم میں رکھ، چلم منہ میں لمبے لمبے کش لئے اور پھر آسمان کو دیکھنے لگے، ہمیں ٹوکنے اور پوچھنے کی کہ آگے کیا ہوا جرات نہ ہوئی۔ رات بھیک چلی تھی اور ہمیں ہلکی ہلکی ہڑی لگنے لگی تھی چپ چاپ وہاں سے اٹھے اور ادا ادا اس گھر کو چلے۔“

حکیم جی چپ ہوئے۔ عدالت علی کے ہاتھ سے حقے کی نے لے کر اپنی طرف موڑی اور آنکھیں بند کر خاموش پینے لگے۔ دیر تک خاموش فضا میں صرف حقے کی گڑ گڑاہٹ گو بجتی رہی۔ پھر حکیم جی بولے ”جنتی آدمی تھے۔ دوسروں کے لئے بہت تکلیفیں اٹھائیں مگر جب اپنا وقت آیا تو کسی کو تکلیف نہ دی۔ ہم میں سے کسی کو بھی پتہ نہ چلا۔ بس انا ضرور دیکھا کہ خلاف معمول اول شب ہمیں رخصت کر دیا اور حجرے میں جا کر پڑے رہے۔ الہ دیا کہتا تھا کہ صبح کو طوطے بہت چیخ رہے تھے جب بہت دیر انہیں چنچتے چنچتے ہو گئی تو میں باغ سے نکل طوطے میاں کی طرف آیا۔ پر جی طوطے میاں تھے ہی نہیں بس طوطے چلا رہے تھے میں حریان کہ طوطے میاں کو آج کیا ہوا۔ حجرے کو کھٹکھٹایا۔ کوئی نہ بولے۔ پھر دروازہ کھولا۔ طوطے میاں کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں۔ میں بالکل یوں سمجھا کہ طوطے میاں سو رہے ہیں۔“

عدالت علی خاموش حقہ پیتے رہے۔ پھر بولے ”حکیم جی بہت رات ہو گئی۔“
حکیم جی بولے ”لو مجھے تو قصہ سنانے میں رات کا پتہ بھی نہ چلا۔ بہت دیر ہو گئی۔ مجھے آج صبح سویرے اٹھنا تھا۔“

حکیم جی کروٹ لے کر سو گئے۔ پھر عدالت علی کی آنکھیں نیند سے بوجھل ہونے لگیں۔ نصیر نے دیر ہوئی خراٹے لینے شروع کر دیے تھے۔ مگر غنی کی آنکھوں سے نیند